مولانا شہاب الدین ندوی انڈیا

نکاح کیلئے مرد اور عورت کا انتخاب

(۲)

نیز اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کے بیٹے حضرت اسامہ بن زید کا نکاح ایک قریشی عورت فاطمہ بنت قیس سے کر دیا تھا' حالانکہ ان کے لئے دو قریشی مردوں کا پیغام آ چکا تھا۔ جیسا کہ صحیح مسلم اور جامع ترمذی میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ فاطمہ بنت قیس سے نکاح کے لئے ابو جہم بن حذیفہ اور معاویہ بن ابوسفیان نے پیغام بھیجا تھا جو قریشی ہونے کے اعتبار سے فاطمہ بنت قیس کے لئے موزوں اور برابر کے لوگ تھے۔ مگر اس کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ اسامہ بن زید سے نکاح کر لیں۔ اور اس طرح ان دونوں کا نکاح ہو گیا۔ حالانکہ اسامہ اپنے آزاد کردہ غلام کے بیٹے اور غیر قریشی تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نسب یا خاندان میں برابری رشتہ داری کے لئے شرط نہیں ہے۔

اب رہا معاملہ پیشہ کا تو یہ بھی چنداں مضر نہیں ہے۔ اور اخلاق و دینداری کی شرط کے ساتھ اسے بھی بہت بڑی حد تک گوارا کیا جا سکتا ہے۔ اور جیسا کہ عرض کیا گیا اس سلسلے میں اصل چیز باہمی رضامندی ہے۔ اگر طرفین مطمئن ہوں تو کسی بھی پیشہ والوں سے رشتہ داری قائم کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں حسب ذیل حدیث دلیل راہ بن سکتی ہے:

عن ابی ھریرہ ان اباھند حجم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الیافوخ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : یا بنی بیاضہ ! انکحوا اباھند و انکحوا الیہ - وقال: و ان کان فی شی ء مما تداوون بہ خیر فا لحجامۃ

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ابوہند نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پچھنے لگائے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بنی بیاضہ ! ابوہند کا (اپنے قبیلے میں) نکاح کر دو اور اس کی لڑکیوں کے لئے نکاح کا پیغام بھیجو۔ پھر فرمایا کہ اگر تمہاری استعمال کی جانے والی دواؤں میں کوئی بہتر دوا ہو سکتی ہے، تو وہ حجامت (پچھنے لگانا) ہے۔

حجامت کے اصل معنی پچھنے لگانے کے ہیں جس کا رواج زمانہ قدیم میں تھا۔ اور پچھنے لگانے والے کو حجام کہا جاتا ہے۔ اس کا تعلق علاج و معالجہ سے ہے۔ مگر اردو زبان میں حجام کے معنی نائی کے ہیں جو عربی زبان کے حجام سے بہت مختلف ہے۔

بنو بیاضہ انصار کا ایک قبیلہ تھا' اور ابوہند جن کا اصل نام سالم تھا' اسی قبیلہ کے ایک مولیٰ (آزاد کردہ غلام) تھے۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے پیشوں کو کوئی اہمیت نہ دیتے ہوئے مذکورہ بالا قبیلہ والوں کو تاکید فرمائی کہ ایک پچھنے لگانے والے شخص (حجام) کو حقیر نہ جانیں۔ اور پھر ایسی صورت میں جب کہ وہ ایک مولیٰ بھی تھے۔ کیونکہ اہل عرب کے یہاں ایک مولیٰ سے رشتہ کرنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ نیز آپ نے اس کی بھی وضاحت فرما دی کہ پچھنے لگانا کوئی قبیح پیشہ نہیں بلکہ طبی اعتبار سے ایک معزز پیشہ ہے۔ اور جہاں تک ابوہند (سالم) کی دینداری کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں ایک دوسری روایت میں ان کی تعریف اس طرح مذکور ہے۔

من سره ان ينظر الى من صور الله الايمان فى قلبه' فلينظر الى ابى هند

جس کو اس بات سے مسرت ہو سکتی ہے کہ وہ اس شخص کو دیکھے جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے ایمان سے مزین کر دیا ہو تو ابوہند (سالم) کو دیکھ لے۔

امام بخاری کا استدلال

نیز اس سلسلے میں امام بخاری نے ایک باب قائم کیا ہے' جس کا عنوان ہے: "**باب الكفاء فى الدين**" یعنی برابری دینداری میں ہونا چاہئے۔ اور اس باب میں موصوف نے جو حدیثیں درج کی ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ دین کے مقابلے میں حسب و نسب کا کچھ زیادہ اعتبار نہیں ہے۔ چنانچہ ان حدیثوں کے مطابق مشہور بدری صحابی حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ نے اپنی بھتیجی ہند بنت ولید بن عتبہ (ایک قریشی عورت) کا نکاح سالم نامی ایک آزاد کردہ غلام (مولیٰ) سے کر دیا تھا' جسے بعد میں انہوں نے اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا۔ اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چچازاد بہن ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب (قریشی عورت) کا نکاح مقداد بن اسود سے ہوا تھا' جو قریشی نہیں تھے بلکہ ایک قول کے مطابق حبشی مولیٰ تھے' جن کو اسود نے اپنا بیٹا بنا لیا تھا۔

نیز اس سلسلے میں امام بخاری نے قول فیصل کے طور پر یہ حدیث بھی درج کی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی عورت سے بیاہ چار باتوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے: اس کے مال کی وجہ سے' اس کے خاندان کی وجہ سے' اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کی دینداری کی وجہ سے۔ تو تو دیندار عورت کو پسند کر لے۔

بہر حال صحابہ کرام کے واقعات میں اس قسم کی مزید مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً حضرت بلال کا نکاح حضرت عبدالرحمان بن عوف کی بہن ہالہ سے ہوا تھا۔ حالانکہ حضرت بلال حبشی تھے۔ اسی طرح حضرت

عمر نے اپنی صاحبزادی حضرت حفصہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے سے پہلے حضرت سلمان فارسی پر پیش کیا تھا۔

اس سلسلے میں امام نسائی نے ایک باب قائم کیا ہے۔ جس کا عنوان ہے: تزوج المولی العربیہ ۔ یعنی آزاد کردہ غلام (مولی) کا کسی عربی الاصل عورت سے نکاح کرنا۔ اور اس باب کے تحت تحریر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ بنت قیس کا نکاح اسامہ بن زید سے کیا اور بدری صحابی حضرت حذیفہ نے اپنی بھتیجی کا نکاح ایک مولی (سالم) سے کر دیا' جو ان کے منہ بولے بیٹے بھی تھے۔

فقہاء کا عام مسلک

خلاصہ بحث یہ کہ ایک عورت کا ایک مرد سے رشتہ کرنے کے لئے علماء عام طور پر اس بات کے قائل ہیں کہ جس شخص سے رشتہ مقصود ہے اس کا چار باتوں میں عورت کا ہمسر ہونا ضروری ہے: (1) دین (2) حریت (3) نسب (4) اور پیشہ۔ اور بعض نے جسمانی عیوب سے سلامتی اور خوشحالی کو بھی معتبر مانا ہے۔

اور یہ بات صرف مردوں کے انتخاب میں ہے۔ ورنہ عورتیں کفاءت (ہمسری) میں اپنے سے بہتر افراد سے بھی نکاح کر سکتی ہیں۔ اور اس صورت میں عورت کے سرپرستوں کو اعتراض کا کوئی حق نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ امام سرخسی تحریر کرتے ہیں۔

و اذا تزوجت المراة رجلا خیرا منها فلیس للولی ان یفرق بینهما ۔ لان الکفاءۃ غیر مطلوبہ من جانب النساء ۔ فلان الولی لا یتعیر بان یکون تحت الرجل من لا تکافئہ ۔

غرض جن علماء نے حسب و نسب کو معتبر مانا ہے ان کے نزدیک نسبی اعتبار سے ایک اونچے درجے کا شخص اپنے سے کمتر درجے کی عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔ مگر ایک اعلی درجے کی عورت کو ایک کمتر شخص سے نکاح کرنا ایک عیب کی بات ہے۔ بہر حال یہ عام فقہاء یا جمہور علماء کا مسلک ہے جو بعض خاص صورتوں میں معتبر ہو سکتا ہے۔ ورنہ عمومی قانون وہی ہو گا جو قرآن' حدیث اور صحابہ کرام کے عمل سے پوری طرح ظاہر ہے۔ واللہ اعلم۔

کیا ایک عجمی عالم عربی عورت کا ہمسر ہو سکتا ہے؟

فقہ حنفی کی کتابوں میں عام طور پر یہی لکھا ہے کہ ایک عجمی (غیر عربی) شخص ایک عربی عورت کا کفو (ہمسر) نہیں ہو سکتا' خواہ وہ عالم یا سلطان وقت ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن فقہ حنفی کی سب سے زیادہ

مشہور اور معتبر کتاب ردالمحتار میں مذکور ہے کہ ایک عجمی عالم علوی عورت کا ہمسر ہو سکتا ہے - اسی طرح ایک غریب عالم ایک جاہل مالدار عربی کا بھی کفو بن سکتا ہے - کیونکہ علم کی فضیلت نسب کی فضیلت سے بڑھ کر ہے - اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کا مرتبہ حضرت فاطمہ الزہراء سے بڑھ کر ہے - کیونکہ حضرت عائشہ کا پایہ علمی اعتبار سے بہت اونچا تھا -

قالوا الحسیب یکون کفوا للنسیب - فالعالم العجمی یکون کفئوا للجاهل العربی والعلویه' لان شرف العلم فوق شرف النسب - و ارتضاه فی فتح القدیر ... و ذکر الخیر الرملی عن مجمع الفتاوی العالم یکون کفوا للعلویه لان شرف الحسب اقوی من شرف النسب - و عن هذا قیل ان عائشه افضل من فاطمه' لان لعائشه شرف العلم -

اس اعتبار سے دیکھا جائے تو نظر آئے گا کہ انسان کے لئے شرف و فضیلت کی اصل چیز اور اصل معیار علم اور دینداری ہے - اور جو شخص اس صفت میں فائق ہو جائے اس کا مقابلہ دنیا کی دوسری کوئی چیز نہیں کر سکتی - چنانچہ قرآن اور حدیث میں علم اور اہل علم کی جو فضیلت آئی ہے اتنی کسی دوسری چیز کی نہیں آئی - چنانچہ ایک موقع پر بطور سوال اہل علم کی فضیلت اس طرح ظاہر کی گئی ہے:

قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون: کہدو کہ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ (زمر: 9)

عورت کا دوبارہ نکاح: ایک مشکل مسئلہ

واضح رہے کہ اگر کوئی عورت اپنے سے کمتر شخص (غیر کفو) سے نکاح کر لے تو فقہ حنفی کی رو سے اس عورت کے سرپرستوں کو اس پر اعتراض کا حق حاصل رہتا ہے' جب تک کہ اس عورت کو بچہ نہ ہو جائے - اور ایسی صورت میں عورت کے سرپرست ان دونوں کے درمیان "تفریق" کرا سکتے ہیں - کیونکہ ایسے کمتر شخص سے نکاح کرنا ان کے لئے ایک عار کی بات ہے - مگر ایسی کوئی بھی تفریق صرف قاضی کی عدالت ہی میں ہو سکتی ہے - اور جب تک قاضی اس سلسلے میں کوئی فیصلہ نہ کر دے طلاق اور وراثت وغیرہ کے احکام ان دونوں کے درمیان جاری رہیں گے - کیونکہ نکاح کی اصل عقد صحیح ہے - لہٰذا صحت عقد میں اولیاء (سرپرستوں) کو کوئی نقصان نہیں ہوا ہے-

ولا یکون التفریق بذلک الا عند القاضی - لانه فسخ للعقد ' بسبب نقص - فکان قیاس الرد بالعیب بعد القبض - و ذلک لا یثبت الا بقضاء القاضی - ولا نه مختلف فیه بین العلماء ' فکان لکل

واحد من الخصمين نوع حجة فيما يقول - فلا يكون التفريق الا بالقضاء - و مالم يفرق القاضي بينهما فحكم الطلاق و الظهار والايلاء و التوارث قائم بينهما لان اصل النكاح انعقد صحيحا في ظاهر الرواية - فانه لاضرر على الاولياء في صحة العقد -

اس اعتبار سے عورت کے سرپرستوں کو اعتراض کرنے اور نکاح کو فسخ کرانے کا اختیار صرف ایک نظریاتی مسئلہ ہے اور عملی دنیا میں اس کا نفاذ انتہائی مشکل اور دشوار ہے - خاص کر ہندوستان جیسے ملکوں میں چونکہ کسی عورت کا نکاح عموماً صرف ایک بار ہوتا ہے اس لئے ایسے ملکوں میں اس قانون کا وجود اور عدم دونوں برابر ہے - ظاہر بات ہے کہ اگر عورت کے سرپرست کسی نہ کسی طرح بمشکل تمام ان دونوں کے درمیان تفریق کرانے میں کامیاب ہو بھی جائیں تو پھر ایسی "مطلقہ" عورت کا دوبارہ نکاح ایک مشکل ترین مسئلہ بن جاتا ہے - کیونکہ ہمارے اور عرب ممالک کے حالات بہت مختلف ہیں - دور اسلام میں حال یہ تھا کہ کسی عورت کی اگر طلاق ہو جاتی تو فوراً ہی اس کا نکاح ثانی ہو جایا کرتا تھا - اور ایسی مطلقہ عورتوں کو اس دور کے معاشرہ میں معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا - مگر آج کل ایسی عورتوں کو ہندو رسم و رواج کی بنا پر حد درجہ منحوس تصور کیا جاتا ہے - لہٰذا اس قسم کے مسائل میں (جو عرف و عادات سے متعلق ہیں) دوبارہ غور کر کے ہماری فقہ میں اصلاح و ترمیم کرنے کی ضرورت ہے -

نیز اس سلسلے میں ایک اور مسئلہ میں بھی نظر ثانی کی ضرورت ہے، جس کی وجہ سے یہ مشکل مسئلہ بہت کافی حد تک سلجھ سکتا ہے اور وہ ہے فقہ حنفی کی رو سے کسی عاقل و بالغ عورت کو اس کے سرپرستوں کی مداخلت کے بغیر اپنا نکاح خود کر لینے کا اختیار - ظاہر ہے کہ اس قسم کے اختیار کی بدولت عورت بعض اوقات جلد بازی میں یا جذباتی بن کر غلط فیصلے کر سکتی ہے، جس کا نتیجہ بعد میں چل کر برا نکل سکتا ہے - اور عورت کو اس قسم کا اختیار دینا اکثر و بیشتر خود اس کے حق میں مضر ہو سکتا ہے -

عورت کا انتخاب

اوپر جو کچھ عرض کیا گیا وہ مرد کے انتخاب کے بارے میں تھا - اب رہا عورت کے انتخاب کا مسئلہ تو اس میں کفاءت یا برابری (ہمسری) شرط نہیں ہے - مگر اس سلسلے میں کافی سوچ بچار سے کام لینے کی ضرورت ہے - کہ جس عورت یا جس دوشیزہ کو اپنا جیون ساتھی بنانے کے لئے منتخب کیا جا رہا ہے وہ اچھے معیار کے مطابق ہے یا نہیں؟ اس معاملے میں جذباتی بن کر فیصلہ کرنا ٹھیک نہیں ہو سکتا - چونکہ نکاح بار بار نہیں ہوتا - بلکہ ہندوستان جیسے معاشروں میں تو عموماً زندگی میں صرف ایک ہی بار

ہوتا ہے ۔ کیونکہ یہاں پر دوسری شادی کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا ۔ بلکہ اگر اس کی نوبت آ بھی جائے تو عموماً "روکھی سوکھی" پر اکتفا کرنا پڑتا ہے ۔ کیونکہ ہندو رسم و رواج کی وجہ سے یہاں کا ماحول کافی بگڑا ہوا ہے ۔ لہٰذا نکاح ثانی کے لئے دوبارہ کسی دوشیزہ یا کنواری لڑکی کا حصول جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہے ۔

اس سلسلے میں خود حدیث نبوی سے کافی رہنمائی حاصل ہوتی ہے کہ اپنی زندگی کو خوش گوار اور مسرت بخش بنانے کے لئے ہمیں کس قسم کی عورت کا انتخاب کرنا چاہیے؟

عورت کے انتخاب کا غلط طریقہ

عورت کے انتخاب میں عام طور پر لوگ لڑکی کے اخلاق اور اس کی دینداری سے زیادہ اس کے مال و دولت یا اس کے حسن اور اس کی خوبصورتی کی طرف زیادہ توجہ کرتے ہیں ۔ تو اس سلسلے میں بعض حدیثوں میں اس قسم کے رجحان کو غلط اور غیر تعمیری فعل قرار دیا گیا ہے ۔ کسی عورت سے محض اس کے مال و متاع، حسن و خوبصورتی اور حسب و نسب کی بنا پر نکاح کرنا ایک غیر دانش مندانہ فعل ہے، جس کے نتائج آگے چل کر خراب نکل سکتے ہیں ۔

من تزوج امراۃ لعزھا لم یزدہ اللہ الا ذلاً و من تزوجھا لمالھا لم یزدہ اللہ الا فقراً و من تزوجھا لحسبھا لم یزدہ اللہ الا دناءۃ و من تزوج امراۃ لم یردبھا الا ان یغض بصرہ و یحصن فرجہ او یصل رحمہ بارک اللہ لہ فیھا و بارک لھا فیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی عورت سے محض اس کی شہرت کی بنا پر نکاح کیا تو اللہ اسے ذلیل کرے گا ۔ اور جس نے کسی عورت سے محض اس کے مال کی بنا پر بیاہ کیا تو اللہ اس کے فقر و محتاجی میں اضافہ کرے گا ۔ اور جس نے کسی عورت سے محض اس کے حسب و نسب کی بنا پر شادی کی تو اللہ اسے پست و حقیر کر دے گا ۔ اور جس نے کسی عورت سے نکاح اپنی نظر نیچی رکھنے، اپنی شرمگاہ کو برائی سے بچانے اور صلہ رحمی کی غرض سے کیا تو اللہ ایسے مرد اور عورت دونوں کو خیر و برکت سے نوازے گا ۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا تزوجوا النساء لحسنھن فعسی حسنھن ان یردیھن ۔ ولا تزوجوھن لاموالھن فعسی اموالھن ان تطغیھن ۔ ولکن تزوجوھن علی الدین ۔ ولامۃ خرماء سوداء ذات دین افضل

عورتوں سے ان کے حسن و جمال کی بنا پر نکاح مت کرو۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان کا حسن و جمال انہیں مغرور کر دے۔ نیز تم عورتوں سے ان کی مالداری کی بنا پر بھی نکاح مت کرو۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان کا مال انہیں سرکش بنا دے۔ لیکن تم ان سے ان کی دینداری کی بنا پر نکاح کرو (اور یاد رکھو کہ) ایک کالی کلوٹی اور کن کٹی مگر دیندار لونڈی بھی البتہ افضل ہو سکتی ہے۔

عورت کے انتخاب کا صحیح طریقہ

عورت کے انتخاب کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ عورت کی ظاہری خوبیوں کو نظرانداز کرتے ہوئے سب سے پہلے اس کی باطنی خوبیوں کو ٹٹولنا چاہیے۔ یعنی یہ دیکھنا چاہیے کہ اس کی سیرت و کردار اور اخلاق و عادات کا کیا حال ہے اور وہ دین کی کس حد تک پابند ہے؟ دنیوی چیزیں تو آنی جانی ہیں۔ ظاہر ہے کہ مال و متاع قائم و دائم رہنے والا نہیں ہے۔ لہٰذا عقل اور دانش مندی کا تقاضا یہ ہے کہ عورت کے انتخاب میں دینداری کو اولیت دی جائے۔ قرآن اور حدیث میں صراحتًا و اشارۃً تاکید ہے کو عورت کا انتخاب ایسا ہونا چاہیے جس کے باعث وہ مرد کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنے اور اس کی دینداری میں اضافہ کا باعث ہو۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:

والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا و ذریتنا قرۃ اعین: اور (رحمان کے بندے) وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو ہماری بیویوں اور بچوں کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا۔ (فرقان: ۷۴)

اس کا صاف اور سیدھا مطلب یہ ہوا کہ ہم کو اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ نیک بیویوں اور صالح اولاد کے عطا کئے جانے کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔ اور اس کا منطقی تقاضا یہ ہے کہ ہم کو اپنی زندگی میں اس کی عملی جدوجہد بھی کرتے رہنا چاہیے۔ اس اعتبار سے اس آیت کریمہ کا مطالبہ یہ ہے کہ ہم کو بیاہ سے پہلے عورت کے انتخاب میں اس پہلو کو بھی نظر رکھنا ضروری ہے۔ چنانچہ حدیثوں میں اس آیت کریمہ کی شرح و تفسیر اس طرح آئی ہے:

تنکح المراۃ لاربع: لمالھا ولحسبھا، جمالھا ولدینھا فاظفر بذات الدین تربت یداک: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی عورت سے چار باتوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے۔ اس کے مال کی وجہ سے، اس کے خاندان کی وجہ سے، اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کی دینداری کی وجہ سے۔ تو تم دیندار عورت کو منتخب کر لو۔

واقعہ یہ ہے کہ مرد اور عورت کا ساتھ عمر بھر کے لئے ہوتا ہے - لہٰذا اگر اخلاق و دینداری کو بنیاد نہ بنایا جائے تو ہو سکتا ہے کہ آگے چل کر میاں بیوی میں رنجشیں پیدا ہوں اور زندگی کے مختلف موڑوں پر وہ ایک دوسرے کا ساتھ نہ دے سکیں یا ان دونوں میں ہمیشہ کھٹ پٹ ہوتی رہے' جس کے باعث ان کی زندگی اجیرن بن جائے - اسی بنا پر ایک حدیث میں ایک نیک سیرت عورت کو ایک گراں مایہ شے یا خداوند کریم کا سب سے بڑا عطیہ قرار دیا گیا ہے -

الدنیا کلها متاع' و خیر متاع الدنیا المراۃ الصالحہ : یہ پوری دنیا ایک متاع ہے اور دنیا کا بہترین متاع ایک نیک سیرت عورت ہے -

دینداری کے ساتھ ساتھ اگر کسی عورت میں مذکورہ بالا خوبیاں بھی جمع ہو جائیں تو پھر سونے پر سہاگہ ہے - ورنہ بغیر دینداری کے دیگر تمام خوبیوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے - کیونکہ دینداری ہی کی بنا پر کسی عورت میں شوہر کی کامل اطاعت و فرمانبرداری اور اس سے ہمدردی و وفاداری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے - نیز بعض روایات میں آتا ہے کہ بیاہ کسی اچھے قبیلے یا خاندان میں کرنا چاہئے - کیونکہ ماں باپ کے عادات و اطوار عموما بچوں میں بھی سرایت کر جاتے ہیں -

بقیہ صفحہ ۲۳ سے : جدید عالمی نظام

ایسے افراد کو حساس حکومتی عہدوں پر متمکن نہ ہونے دینا۔

(۲) امریکہ منصوبہ بندی کی آخری شق، غالباً امریکی کرب کی سب سے واضح صورت ہیں پاکستان اور سوڈان ایسے ممالک کو بطور سزا مالی امداد اور جنگی ساز و سامان نہ دینے پر مشتمل ہے کیونکہ ان کا جرم یہ ہے کہ وہ اسلامی سوچ رکھتے ہیں اور یہاں کے عوام ملک میں اسلام کی حکمرانی چاہتے ہیں امریکہ چاہتا ہے کہ یہ ممالک معاشی پسماندگی اور بھوک کا شکار رہیں نہ ان کے عوام فارغ البال ہوں نہ وہ اسلامی تحریک کے لیے سوچ سکیں نہ وقت نکال سکیں۔

سارے امریکی منصوبہ پر طائرانہ نظر ڈالیں تو اس میں پسندیدہ ممالک خلیجی ریاستیں ہیں غالباً اپنی دولت کی وجہ سے جو امریکہ کا مطمع نظر ہے، قابل قبول ایران، شام، مصر اور حبشہ ہیں کیونکہ وہ امریکہ کے لیے خلیجی دولت کی حفاظت میں اس کے معاون بنے ہوتے ہیں، ناپسندیدہ پاکستان، بنگلہ دیش، الجزائر، لیبیا اور سوڈان ہیں کیونکہ یہاں اسلامی تحریکیں موثر ہیں اور امریکہ کے لیے خطرہ ہیں۔　　(عربی اخبار الخلیج سے ترجمہ)

خودانحصاری کی طرف ایک اور قدم

نیلم گلاس

ngi

رنگین شیشہ (Tinted Glass)

باہر سے منگانے کی ضرورت نہیں۔

چینی ماہرین کی نگرانی میں اب ہم نے رنگین عمارتی شیشہ (Tinted Glass)
بنانا شروع کردیا ہے۔

دیدہ زیب اور دھوپ سے بچانے والا **نیلم** کا (Tinted Glass)

نیلم گلاس انڈسٹریز لمیٹڈ

ورکس، شاہراہِ پاکستان حسن ابدال۔ فون: 563998 ـ 509 (05772)

فیکٹری آفس، ۲۸۴-بی راجہ اکرم روڈ، راولپنڈی فون: 568998 ـ 564998

رجسٹرڈ آفس، ۱۷-جی گلبرگ II، لاہور فون: 871417-878640

محفوظ قابلِ اعتماد مستعد بندرگاہ

بندرگاہ کراچی

جہازرانوں کی جنّت

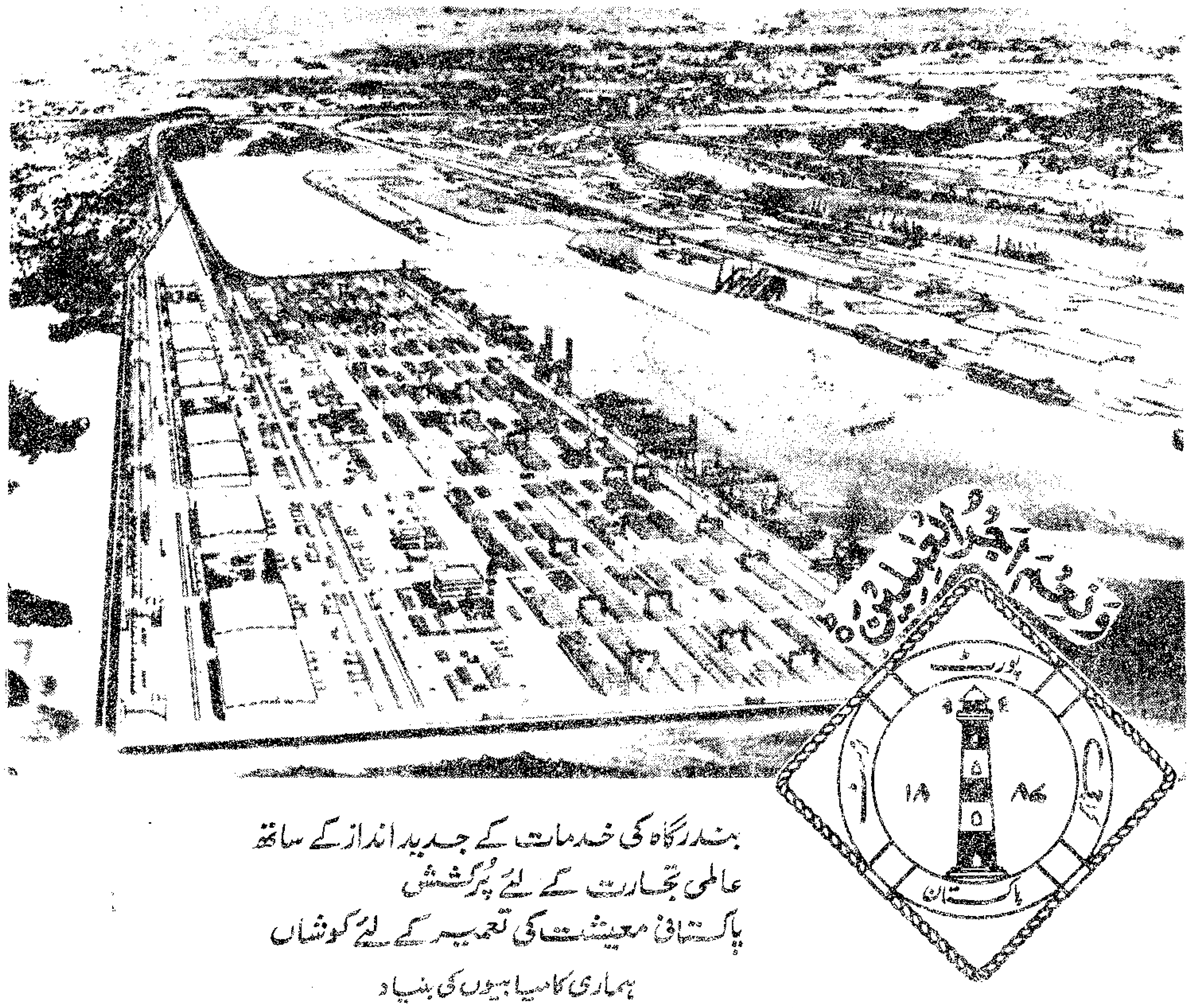

بندرگاہ کی خدمات کے جدید انداز کے ساتھ
عالمی تجارت کے لئے پُرکشش
پاکستانی معیشت کی تعمیر کے لئے کوشاں

ہماری کامیابیوں کی بنیاد

- انجنیئرنگ میں کمالِ فن
- جدید ٹیکنالوجی
- مستعد خدمات
- باکفایت اخراجات
- مسلسل محنت

۲۱ ویں صدی کی جانب رواں

بمع

جدید مربوط کنٹینر ٹرمینلز
نئے میرین پروڈکٹس ٹرمینل
بندرگاہ کراچی ترقی کی جانب رواں

98 PID - Islamabad